سونے چاندی کا نصابِ زکاۃ

مولانا سید اسرار الحق سبیلی

اسلام نے زکاۃ کو فرض قرار دے کر امیر وغریب کے درمیان دولت کے توازن کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے، ایک طبقہ جو سال بھر کھا پی کر ایک مقررہ نصاب کا مالک بنا ہے' اس کے لیے اپنے مال سے کچھ حصہ خرچ کرنا ضروری ہے، تاکہ مال داروں کے مال کا کچھ حصہ غریبوں کے پاس منتقل ہو، اوران کی غربت کی سطح پست ہونے کے بجائے کچھ بلند ہو' امام طبرانیؒ نے المعجم الاوسط اور المعجم الصغیر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ارشادِ رسولؐ نقل کیا ہے

انّ اللّٰہ فرض علی اغنیاء	اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے مال داروں
المسلمین فی اموالِھم بقدر	پران کے مالوں میں اتنی مقدار زکاۃ فرض
الّذی یسع فقراء ھم، ولن	کی ہے جوان کے فقراء کی تنگی کو دور کردے'
یجھد الفقراء اذا جاعوا	مال داروں کی (بخالت کی) وجہ سے ہی فقراء
أوعروا اِلا بما یصنع اغنیاؤھم	بھوکے اور بے لباس رہتے ہیں، ایسے
اَلَا واِنّ اللّٰہ یحاسبھم حسابًا	لوگوں سے اللہ تعالیٰ سخت حساب لیں گے
شدیدًا ویعذّبھم عذابًا الیمًا[1]	اوران کو دردناک سزا دیں گے۔

ہماری بحث کا موضوع صرف سونے' چاندی کا نصابِ زکاۃ ہے، ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ	جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے
وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ	رکھتے ہیں اوران کو اللہ کے راستہ میں

[1] دیکھئے: سید سابق، فقہ السنۃ: ۱/۲۷۶ ط: دار الفکر بیروت ۱۹۸۲ء

سَبِیْلِ اللّٰہِ ۙ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ (التوبہ: ۳۴)	خرچ نہیں کرتے، تو آپ ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔

سونے اور چاندی خرچ نہ کرنے پر اسی وقت سزا دی جا سکتی ہے جب کہ ان کا ایک نصاب مقرر کر دیا جائے، دوسری آیت میں مقررہ نصاب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۔ (المعارج: ۲۴، ۲۵)	اور جن کے مالوں میں حصہ مقرر ہے مانگنے والوں کا اور محروم رہ جانے والوں کا۔

"حق معلوم" کی تشریح حدیث میں کی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں چاندی کا نصاب پانچ اوقیہ یعنی دو سو درہم بتایا گیا ہے:

عن جابر بن عبد اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال: لیس فیما دون خمس اواق من الورق صدقۃ [۱]	سیدنا جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکاۃ نہیں ہے۔

ایک اوقیہ چالیس درہم چاندی کا ہوتا ہے [۲]

حدیث میں سونے کا نصاب بیس مثقال بتایا گیا ہے:

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ببعض اول الحدیث قال: فاذا کانت لك مأتا درھم وحال علیھا الحول ففیھا خمسۃ دراھم ولیس علیك شئ یعنی فی الذھب حتی یکون لك	سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تمہارے پاس دو سو درہم ہو اور ان پر سال گزر جائے، تو ان میں پانچ درہم واجب ہے اور سونے میں تم پر کچھ واجب نہیں، یہاں تک کہ تمہارے پاس بیس دینار ہو جائے اور ان پر سال گزر جائے

---

[۱] صحیح مسلم: ۱/۳۱۶ کتاب الزکاۃ

[۲] سنن ابوداؤد: ۱/۲۲۳، کتاب الزکاۃ۔ باب من یعطی الصدقۃ وحدّ الغنیٰ، اوجز المسالک: ۳/۱۲۰

عشرون دینارا وحال علیها الحول	تو ان میں آدھا دینار واجب ہے
ففیها نصف دینار[1]	

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے نیل الاوطار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام ابوداؤد اور بیہقی نے اس حدیث کو عمدہ سند (باسناد جید) سے روایت کیا ہے[2] سید سابق نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد، ابوداؤد اور بیہقی نے نقل کیا ہے، امام بخاری نے اس کو صحیح اور اور حافظ ابن حجر نے حسن قرار دیا ہے[3] علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری کے نزدیک صحیح ہے اور حافظ ابن حجر نے اس کو حسن کہا ہے، اس حدیث کا ایک راوی حارث ضعیف ہے، ابن المدینی نے اس کو جھوٹا کہا ہے، لیکن یحییٰ بن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے[4]

امام مالک نے اپنی مؤطا میں لکھا ہے:

السنۃ التی لا اختلاف	ہمارے نزدیک اس سنت کے
فیها عندنا ان الزکاۃ	بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ بیس
تجب فی عشرین دینارا، کما	دینار میں زکاۃ واجب ہے، جیسا کہ دوسو
تجب فی مائتی درھم[5]	درہم میں واجب ہے۔

تورات میں بھی سونے کی زکاۃ نصف مثقال (آدھا دینار) مقرر کیا گیا تھا۔ جو امیر و غریب سب پر فرض تھا، چنانچہ تورات میں مذکور ہے:

"جب تمہاری جانوں کے کفارہ کے لیے خداوند کی نذر دی جائے تو دولت مند نیم مثقال سے زیادہ نہ دے اور نہ غریب اس سے کم دے۔"[6]

---

[1] سنن ابوداؤد: ۱/۲۲۱، کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ۔

[2] الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۷/۷۶۱

[3] فقہ السنۃ: ۱/۲۸۷

[4] نیل الاوطار: ۴/۱۵۶

[5] مؤطا امام مالک علی اوجز المسالک: ۳/۱۴۵ ط: المکتبۃ العلمیہ سہارن پور

[6] خروج: ب ۳۰: ۱۵

اصل سونا یا چاندی؟

بعض حضرات کا خیال ہے کہ سونے، چاندی کی زکاۃ میں چاندی اصل ہے، اس کے حساب سے سونے کا نصاب مقرر کیا گیا ہے، چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

والذهب محمول على	سونے کا نصاب چاندی کے حساب
الفضة، وكان في ذالك	سے متعین کیا گیا ہے، اس زمانہ میں ایک
الزمان صرف دينار بعشرة	دینار کی مالیت دس درہم کے برابر تھی،
دراهم فصار نصابه عشرين	اس لیے اس کا نصاب بیس مثقال مقرر
مثقالا [1]	کیا گیا۔

اسی طرح امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل چاندی میں زکاۃ مقرر کی، آپ کے بعد مسلمانوں نے سونے کا نصاب یا تو اس حدیث سے متعین کیا جو ہم تک نہیں پہونچی یا قیاس سے متعین کیا ہے[2]

لیکن جب صحیح حدیث سے سونے کا نصاب متعین ہو گیا، تو یہ کہنا درست نہیں ہونا چاہیے کہ چاندی کے حساب سے سونے کا نصاب مقرر کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے ڈاکٹر ضیاء الدین ریس کی کتاب الخراج فی الدولۃ الاسلامیہ (ص: ۳۴۴) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور اہلِ مکہ کے نزدیک سکوں کی بنیاد مثقال تھا اور دیتوں کے مقرر کرنے میں اسی کو بنیاد بنایا گیا تھا[3] مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوری اور شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ نے ابو عبید کا قول نقل کیا ہے کہ نہ زمانۂ جاہلیت میں مثقال میں کوئی تبدیلی آئی اور نہ زمانۂ اسلام میں، اس کے برخلاف درہم کے بارے میں ہے کہ وہ مختلف وزنوں کا ہوا کرتا تھا[4]

---

[1] حجۃ اللہ البالغۃ: ۲/ ۱۴۱

[2] سبل السلام: ۲/ ۲۶۲

[3] الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۲/ ۷۶۰

[4] بذل المجہود: ۳/ ۵، اوجز المسالک: ۳/ ۱۴۰، العنایہ مع الفتح: ۲/ ۲۱۸، ہدایہ مع الفتح: ۲/ ۲۱۹

تورات میں بھی سونے کی زکاۃ کی مقدار نصف دینار اور پیداوار میں دسواں حصہ مقرر کیا گیا ہے، جس کو اسلام میں کسی قدر اصلاح کے بعد قبول کرلیا گیا ہے، اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نقد مالوں میں اصل سونا ہے نہ کہ چاندی۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ زکاۃ کے نصاب کی تعیین میں تورات کی تعیین کو بھی سامنے رکھا گیا ہے، انھوں نے لکھا ہے:

"اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ شریعتِ محمدیہ نے تورات کی قانونی تعیین اور انجیل کی عدم تعیین، دونوں حقیقتوں کو اپنے نظام میں جمع کرلیا..... عرب میں جو قوم کسی نہ کسی طرح زکاۃ ادا کرتی تھی، اس کی جو شرح متعین اور رواج پذیر تھی، اسی کو اسلام نے کسی قدر اصلاح کے بعد قبول کرلیا تھا، عرب میں اس قسم کی زکوٰۃ صرف بنی اسرائیل ادا کرتے تھے، جس کا حکم توراۃ میں مذکور ہے، اور اس کی شرح بھی اس میں مقرر ہے، یعنی پیداوار میں دسواں حصہ اور نقد میں نصف مثقال، آنحضرت صلعم نے اپنی حکمتِ ربّانی سے اجناسِ زکاۃ پر مختلف شرحیں مقرر فرمائیں، جو قیمت کے لحاظ سے اسی "شرح معلوم" (حق معلوم) کے مساوی ہیں..... سونے کی زکاۃ وہی آدھا مثقال رکھا لیکن یہ بتا دیا کہ یہ آدھا مثقال اسی سے لیا جائے گا جو کم از کم پانچ اوقیہ یعنی بیس مثقال سونے کا مالک ہو، اور ۵ اوقیہ یعنی ۲۰ مثقال سونے کی متوسط قیمت دوسو درہم چاندی کے سکے ہیں، یعنی ایک اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہے۔"[1]

سید صاحب کی تحقیق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نقد مالوں میں سونا اصل ہے، اور اس کے مطابق چاندی کا نصاب مقرر کیا گیا ہے، سید صاحب کی تحقیق اگر درست مان لی جائے تو آج کے دور کے مطابق سونے کو معیار بنانے کی راہ آسانی سے نکل سکتی ہے۔ سید صاحب کی تحریر سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ۵ اوقیہ سونا اصل ہے اور ۵ اوقیہ سونے کی قیمت اس زمانہ میں دوسو درہم تھی، لیکن حدیث، شرحِ حدیث اور فقہاء کی تصریحات سے کہیں یہ بات معلوم نہیں ہوتی ہے کہ ۵ اوقیہ سونے کی قیمت دوسو درہم تھی، بلکہ حدیث سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ پانچ اوقیہ چاندی دوسو

---

[1] سیرۃ النبی: ۵/۱۶۰، ۱۶۱

درہم کے مساوی ہے[۱]

اب یہاں دو مسئلے غور طلب ہیں، اول یہ کہ مالکِ نصاب ہونے کے لیے سونے اور چاندی دونوں کا اعتبار کیا جائے، یا صرف سونے کا اعتبار کیا جائے؛ دوسرے یہ کہ کرنسی نوٹوں میں زکاۃ کا نصاب سونے کے حساب سے مقرر کیا جائے یا چاندی کے حساب سے؟

جہاں تک چاندی کے نصاب کا تعلق ہے، تو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اسلام نے دولت مندوں پر زکاۃ فرض کی ہے، قدیم زمانہ میں دولت مندی کا ادنیٰ معیار دو سو درہم تھا، لیکن آج کے دور میں دو سو درہم یعنی ۳۵ء۶۱۲ گرام چاندی کی ملکیت دولت مند ہونے کے لیے قطعاً کافی نہیں، کیوں کہ ۳۵ء۶۱۲ گرام چاندی کی قیمت چار، پانچ ہزار سے زیادہ نہیں، جو آج کے عرف میں ایک معمولی رقم ہے، دولت مندی سے اس کو کوئی واسطہ نہیں، آج کے عرف میں دو سو درہم کے مالک کو دولت مند نہیں کہا جا سکتا، جب کہ حدیث میں مال داروں پر ہی زکاۃ واجب قرار دی گئی ہے۔

تُوخذ من اغنیاءھم	زکاۃ ان کے مال داروں سے لی
وتُردّ علی فقراءھم[۲]	جائے گی اور ان کے غرباء میں تقسیم کی جائے گی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اموالِ زکاۃ کا نصاب مقرر کرنے کی جو حکمت بیان کی ہے، اس لحاظ سے بھی موجودہ دور میں چاندی کا نصاب اس مقصد پر پورا نہیں اترتا، شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

اقول: انما قدّر من الحبِّ	میرا خیال ہے کہ غلہ اور کھجور میں
والتمرِ خمسة أوسق لأنّها	پانچ وسق نصاب اس لیے مقرر کیا
تکفی أقل أهل بيت إلى سنة،	گیا ہے کہ یہ ایک چھوٹے خاندان کے
وذلك لأنّ أقلّ البيت	لیے سال بھر کے لیے کافی ہے، گھر میں
الزوج والزوجة وثالث	کم سے کم شوہر، بیوی کے علاوہ تیسرا

---

[۱] دیکھئے: سنن ابو داؤد: ۱/۲۳۰ کتاب الزکاۃ، باب من یعطی الصدقۃ وحدّ الغنی

[۲] صحیح البخاری: ۱/۲۰۳، کتاب الزکاۃ، باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاء وتردّ فی الفقراء حیث کانوا

خادم أو ولد بینهما، ویضاهی ذلك من أقلّ البیوت، وغالب قوت الإنسان رطل أو مُدّ من الطعام، فإذا لكل واحد من هؤلاء ذلك المقدار كفاهم لسنة وبقیت لنوائبهم أو أدامهم، وانما قُدّر من الورق خمس أواق لأنها مقدار یكفی أقلّ أهل بیت سنةً كاملةً إذا كانت الأسعار موافقة فی اكثر الأقطار[1]

ایک خادم یا ایک اولاد ہوتی ہے، یا اسی طرح کوئی چھوٹا گھرانا ہوتا ہے، اور ایک آدمی کی زیادہ سے زیادہ خوراک ایک رطل یا ایک مُد غلہ ہوتا ہے، اس لحاظ سے ان میں سے ہر شخص کو ایک سال تک یہ مقدار کافی ہو جائے گی اور جو کچھ بچے گا وہ ناگہانی ضرورت کے وقت یا سالن بنانے میں کام آئے گا، اسی طرح چاندی کا نصاب پانچ اوقیہ مقرر کیا گیا ہے، جو ایک چھوٹے گھرانہ کو پورے سال کے لیے کافی ہے، جب کہ اکثر علاقوں میں قیمتیں برابر ہوں۔

موجودہ دور میں پانچ اوقیہ چاندی یعنی چار پانچ ہزار کی رقم سے ایک سال گزارہ کرنا محال ہے، بلکہ اس سے ایک ماہ کا خرچ بھی مشکل سے چل سکتا ہے۔

حافظ ابن قیمؒ مقدارِ زکاۃ کی مصلحت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم فرضها علی اكمل الوجوه وأنفعها للمساكین وأرفقها بأرباب الأموال، ولم یفرضها فی كل مال، بل فرضها فی الأموال التی تحتمل المواساة ویكثر فیها الربح والدرّ والنسل، ولم یفرضها فیما یحتاج العبد إلیه من ماله، ولا غنی

زکاۃ کامل طریقوں پر فرض کی گئی ہے، جو مسکینوں کے لیے زیادہ نفع بخش اور مال داروں کے لیے زیادہ آسانی کا باعث ہے، ہر طرح کے مال میں زکاۃ فرض نہیں، بلکہ ان مالوں میں فرض ہے جن سے ہمدردی کا مظاہرہ ہو سکے اور جن میں نفع، دودھ اور نسل زیادہ ہو، لہٰذا ایسے مال میں زکاۃ فرض نہیں جس کی بندے کو

---

[1] حجۃ اللہ البالغۃ: ۱۳۸/۲

لہ عنہ[1]	ضرورت ہے اور جس سے استغنا نہیں ہو سکتا ہے۔

آج کے دور میں دو سو درہم چاندی یا اس کی قیمت ایسا مال ہے جس کی انسان کو ضرورت ہے تاکہ دوا علاج اور دوسری ناگہانی ضرورت کے وقت کام آ سکے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کا نصاب دو سو درہم اس لیے مقرر فرمایا تھا کہ اس کی حیثیت ثمن اور زرِ مبادلہ کی تھی، آج اس کی حیثیت زرِ مبادلہ کی نہیں رہی، ثمنیت کا اس سے رشتہ کٹ کر سونے سے جڑ گیا ہے۔ اب چاندی کی حیثیت غریب طبقہ کے زیورات اور سامان کی رہ گئی ہے۔ اس سے مختلف شوقیہ سامان بنائے جاتے ہیں۔ گویا چاندی کے نصاب کی تعیین عرف پر مبنی تھی، قدیم زمانہ کے عرف میں اس کو ثمن کا درجہ حاصل تھا، مگر آج کے عرف میں اس کو ثمن کا درجہ حاصل نہیں تو عرف کے بدل جانے پر حکم بھی بدل جانا چاہیے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ احمد زرقا، لکھتے ہیں:

ومن الواضح بعد ما	ماقبل کی تفصیل کے بعد یہ بات
تقدّم أنّ جميعَ ما بني من	واضح ہو جاتی ہے کہ وہ تمام احکام جو
الأحكام على العرف	عرف پر مبنی ہیں، عرف کے بدل جانے
يتبدّل بتبدّل العرف	بدل جاتے ہیں اور اس کے ساتھ حکم
و يدور معه كيفما	تبدیل ہوتا رہتا ہے، کیوں کہ فقہ میں یہ
استدار ذٰلك، لأن من	بات تسلیم شدہ ہے کہ حکم علت کے
المقرّر فقهًا انّ الحكم	ساتھ پھرتا رہتا ہے، اسی بنا پر یہ فقہی
يدور مع العلة وعن هٰذا وضعت	قاعدہ وضع کیا گیا ہے: "لا ينكر
القاعدة الفقهية القائلة:	تغيّر الأحكام بتغيّر الأزمان"
"لا ينكر تغيّر الأحكام بتغيّر	زمانہ کے بدلنے سے احکام کے بدلنے
الأزمان[2]	کو روکا نہیں جا سکتا۔

ڈاکٹر زرقا، نے مثال دیتے ہوئے بخاری کی وہ حدیث بھی ذکر کی ہے جس

---

[1] اعلام الموقعین: ۲/ ۱۰۹ط: دار الجیل، بیروت

[2] المدخل الفقہی العام: ۲/ ۸۴۲

میں حیا کی بنا پر کنواری لڑکی کی خاموشی کو نکاح پر رضامند ہونے کا درجہ دیا گیا ہے، زبان سے اجازت دینا ضروری نہیں لیکن موجودہ عرف میں حیا کا وہ معیار باقی نہیں رہا، اس لیے زبان سے اجازت کو انھوں نے ضروری قرار دیا ہے[1]

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ موجودہ کاغذی کرنسی نوٹوں پر زکاۃ چاندی کی قیمت کے اعتبار سے واجب ہوگی یا سونے کے اعتبار سے؟ تو اس سلسلہ میں یہ بات معلوم ہے کہ فی نفسہ کاغذ میں زکاۃ واجب نہیں، کاغذی نوٹوں میں زکاۃ واجب ہونے کی وجہ اس کا ثمن ہونا ہے، قدیم زمانہ میں دھات کے سکوں کا تعلق سونا چاندی دونوں سے تھا، لیکن آج کے دور میں کاغذی نوٹوں کا تعلق صرف سونے سے ہے، سونے کی ہی کمی زیادتی سے افراطِ زر میں کمی زیادتی ہوتی ہے اس لیے موجودہ زمانہ میں کرنسی نوٹوں کی زکاۃ ادا کرنے میں سونے کے نصاب کا اعتبار کرنا چاہیے، جیسا کہ دورِ جدید کے علماء میں ڈاکٹر یوسف القرضاوی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی نسیم احمد قاسمی[2] اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی وغیرہ کی رائے ہے، ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:-

وتقدر الأوراق النقدية	کرنسی نوٹوں کا حساب سونے کی
بسعر الذهب، لأنه هو	قیمت سے لگایا جائے گا، کیوں کہ
الأصل في التعامل، ولأن	دین میں وہی اصل اور بنیاد ہے اور کیش
غطاء النقود هو بالذهب	کا دارومدار سونے پر ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم
ولأن المثقال كان في زمن النبي صلى الله	کے زمانہ میں اور اہل مکہ کے نزدیک مثقال
عليه وسلم وعند اهل مكة هو أساس	ہی سکوں کی بنیاد تھی، اور اسی کی بنیاد
العملة وهو أساس تقدير الديات[3]	پر دیتیں مقرر کی جاتی تھیں۔

بہت سے علماء کرنسی نوٹوں میں زکاۃ چاندی کے حساب سے مقرر کرنے کو ترجیح دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں فقراء کا زیادہ فائدہ ہے، تو یہ بات ہمیں یاد رکھنی چاہیے

---

[1] المدخل الفقهي العام : ۸۹۳/۲

[2] دیکھئے: مجلہ فقہ اسلامی، دوسرا فقہی سمینار، اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی

[3] الفقہ الاسلامی وادلتہ : ۷۶۰/۲

کہ اس صورت میں فقراء اور زکاۃ مانگنے والوں کا نفع ضرور ہے، لیکن ایک کثیر تعداد کو جو سطحِ غربت میں ہو، زکاۃ کا مکلّف قرار دینا اور صاحبِ نصاب ہونے کے ناطے ان کے لیے زکاۃ لینے کے دروازے بند کر دینا بھی مصالحِ شریعت کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خلاصۂ بحث

- سونے اور چاندی دونوں کا نصاب معتبر حدیث سے ثابت ہے۔
- ان دونوں کے نصاب میں چاندی کو اصل قرار دینا درست نہیں۔
- چاندی کی موجودہ قدر کا تقاضا ہے کہ اس کے مقررہ نصاب پر زکوٰۃ واجب نہ ہو۔
- کرنسی نوٹوں پر زکاۃ واجب ہونے کے لیے سونے کے نصاب کو معیار بنایا جائے نہ کہ چاندی کو۔

اعلانِ ملکیت سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی۔ فارم ۴ رول ۹

۱۔ مقامِ اشاعت: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔

۲۔ نوعیتِ اشاعت: سہ ماہی

۳۔ پرنٹر، پبلشر: سید جلال الدین عمری

۴۔ قومیت: ہندوستانی

پتہ: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ، یوپی۔

۵۔ ایڈیٹر: سید جلال الدین عمری

پتہ: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ، یوپی

۶۔ ملکیت: ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی

پان والی کوٹھی، دودھ پور۔ علی گڑھ، یوپی

بنیادی ارکان کے اسمائے گرامی

(۱) مولانا محمد فاروق خاں (صدر) بازار چتلی قبر، دہلی ۶

(۲) ڈاکٹر فضل الرحمن فریدی۔ فریدی ہاؤس، سرسید نگر علیگڑھ

(۳) جناب امین الحسن رضوی (رکن) ۹/۶۲۰، کاشانۂ رضوی۔ ذاکر نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

(۴) ڈاکٹر محمد رفعت۔ شعبۂ فزکس۔ جامعہ ملیہ۔ نئی دہلی

(۵) مولانا کوثر یزدانی ۱۳۵۲۔ بازار چتلی قبر۔ دہلی

(۶) ٹی۔ کے عبداللہ۔ مالاٹھن کنڈی ہاؤس، یلیری، کالی کٹ۔

(۷) ڈاکٹر حمید اللہ۔ مزمل منزل کمپلکس، علی گڑھ

(۸) ڈاکٹر احمد سجاد۔ طارق منزل۔ بریاتو ہاؤسنگ کالونی۔ رانچی۔

(۹) ڈاکٹر عبدالحق انصاری۔ 'الریحان' مزمل منزل۔ علی گڑھ

(۱۰) محمد جعفر۔ ابوالفضل انکلیو۔ نئی دہلی۔

(۱۱) سید جلال الدین عمری (سکریٹری)

پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ

مندرجہ معلومات میرے علم و یقین کی حد تک بالکل درست ہیں۔

پبلشر: سید جلال الدین عمری